ڈاکٹر پنکی جسٹن

انیسویں صدی میں
اردو مذہبی گیتوں کے ہندوستانی عیسائی شعرا

ہر مذہب میں جہاں بھی خدا کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے، کوئی نہ کوئی ایسا دور ضرور آتا ہے کہ اس مذہب کے ماننے والوں میں سے چند بزرگ ہستیاں اس طرزِ حیات کی طرف راغب ہوتی ہیں جو جذباتیت اور داخلیت کی معراج ہے اور تصوف کہلاتا۔ا اس بحث سے قطع نظر کہ ''تصوف'' صوفی یا صفا سے مشتق ہے یا صوف سے، حتیٰ کہ یونانی لفظ ''سوف'' ہی سے کیوں نہ بنا ہو یہ سب الفاظ حکمت و پارسائی پر دلالت کرتے ہیں۔۲ تصوف ہمیشہ زمان ومکان کی قید سے آزاد رہا اسی لئے ہر زمانے میں کسی نہ کسی شکل میں کبھی عیاں اور کبھی پوشیدہ رہ کر ضرور اثر انداز اور سرگرم عمل رہا بالخصوص جب وہ سکون کا ساماں اور درد کا درماں بن کر سامنے آیا تو انسان کو پناہ، سکون اور تقویت، مذہب اور تصوف ہی میں ملی۔ یہ جذبہ انسانی فطرت کے مطابق ہے، جو بعض اوقات معاشرتی وسماجی پس منظر میں آمادۂ فروغ کا سبب بنتا ہے لیکن اس کی اصل خود انسان کے قلب میں ہوتی ہے۔۳ ہر قوم کا تصوف باآسانی شناخت کیا جاسکتا ہے کیوں کہ تصوف اپنے مذہبی ماحول اور روایات کا پابند ہوتا ہے اور مخصوص ماحول میں پرورش پاتا ہے اس لیے اس کی فکر اسی مذہب اور ماحول سے مستعار ہوتی ہے۔۴ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر تصوف کو ایک سی روایات میسر آئیں۔ یہیں سے اختلاف کی وہ خلیج پیدا ہوتی ہے جو ایک جگہ کے تصوف کو دوسرے سے جدا کرتی ہے۔ گولڈ تسمیر، دان کریمر اور پروفیسر نکلسن وغیرہ نے اسی مشابہت کی بنا پر اسلامی تصوف میں رائج بہت سی اصطلاحات مثلاً ترکِ دنیا، فقر، حبِ الٰہی، ذکرِ الٰہی، توکلِ ایثار وقناعت وغیرہ کو عیسائیت الاصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔۵

تصوف نے زبان وادب کو بھی نکھارا اور سنوارا ہے بالخصوص اردو زبان وادب کی ابتدائی نشوونما صوفیائے اکرام ہی کی مرہون منت ہے۔ فارسی شاعری کے ذریعے جب صوفیانہ خیالات ہندوستان پہنچے تو صوفیائے اکرام نے انہیں اردو شاعری میں ڈھالنا شروع کردیا اس طرح اردو شاعری ابتدا ہی میں تصوف کی لذت سے آشنا ہوگئی اور وہ تمام مضامین اردو شاعری میں درآئے جو تصوف کی جان تھے مثلاً: وجود، واجب الوجود، وحدت الوجود، ظہور عین الحق، مرتبہ لاتعین، عرفان روح، عرفان مراقبہ، حجاب ومنکشف حجاب، توحید،

تسلیم ورضا، محویت اور دیگر مسائل سلوک وغیرہ۔۶ تصوف کے موضوع پر لکھی جانے والی اہم تصانیف درج ذیل ہیں: خوب ترنگ، از شیخ خوب محمد چشتی، چہار شہادت، کشف الوجود از شاہ داول، ارشاد نامہ سکھ سہیلا، وصیت الہادی، بشارت الذکر، منفعت الایمان از برہان الدین جانم، خوش نغز از میراں جی شمس العشاق، نزہت العاشقین از حسین ذوقی، رموز السالکین، گفتار ایمن اعلیٰ از امین الدین اعلیٰ، من لگن از محمود بحری ۷ ان تصانیف میں تصوف کا ہر نقطہ پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ صوفی شعرا کی مثنویاں ہوں یا باجن اور دریائی کی جکریاں، پند نامے ہوں یا جھولنے سب میں تصوف ہی کی روایت جلوہ ریز ہوئی ۸

انگریزوں کی ہندوستان آمد کے بعد جہاں معاشی ومعاشرتی تبدیلیاں رونما ہوئیں، وہیں مذہب بھی متاثر ہوا۔ بالخصوص لارڈ گلبرٹ جان مرے منٹو (Gilbert John Murray Minto 9 July 1845-1914) اوّل کے وقت ۱۸۱۳ء میں ایک چارٹر کی رو سے پادریوں اور مشنریوں کو تبلیغی اجازت نامہ ملنے کے بعد تبدیلئ مذہب کا عمل تیز تر ہو گیا۔۹ ان عیسائی مبلّغین نے پورے ہندوستان میں تبلیغی سرگرمیوں کا ایسا جال بچھایا کہ عیسائی مذہب کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ زیادہ تر وہ لوگ سامنے آئے جنھوں نے نہ صرف عیسائی مذہب قبول کیا بلکہ اپنی پوری زندگی مذہب کی تبلیغ وترویج کے لیے وقف کر دی ایک صوفی کی حیثیت سے مذہب ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ انیسویں صدی میں بعض ایسے عیسائی شعرا بھی سامنے آئے جنھوں نے اپنی مذہبی فکر کو شاعری کے سانچے میں ڈھالا اور تفکر اور تجربے کو ملا کر ایک کر دیا۔ رشد وہدایت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ اپنے وارداتِ قلبی وکوائفِ داخلی، جذب ومستی اور عشقِ حقیقی کو شعری پیکر عطا کیا۔ ان کے تحریر کردہ گیت آج بھی مذہبی اجتماعات اور عبادت گاہوں میں من وعن گائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اپنی مذہبی کتاب (بائبل مقدس) کی سبق آموز کہانیوں کو آسان اور عام فہم زبان وبیان میں منظوم انداز میں پیش کیا۔ ان شعرا کی شاعری اگرچہ بہت زیادہ پختہ نہیں لیکن ان کی تاریخی حیثیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ بعض ایسے شعرا بھی ہیں جن کا ذکر تاریخ ادبیات اردو میں جگہ پانے کے لائق ہے۔ مذہبی گیتوں کے ان شعرا کے حالاتِ زندگی کے متعلق معلومات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ راقمہ نے مختلف کتب سے استفادہ کرتے ہوئے تمام دستیاب معلومات بہم پہنچانے کی ادنیٰ سی کوشش کی ہے جو تاریخ ادبِ اردو میں ایک اہم اضافہ ثابت ہوں گی۔

جادھاو، سی:

گیتوں کی کتابوں میں ان کا نام سی جادھاو تحریر ہے۔ بشپ ولیم جی ینگ کے بقول: "مجھے کسی نے بتایا ہے کہ جادھاو مدھیہ پردیش سے تعلق رکھتے تھے لیکن میں اس کی تصدیق نہ کر سکا۔۱۰ رومن اردو "گیت کی

کتاب'' (۱۹۲۹ء) میں ان کا گیت ''جے جے یسوع'' موجود ہے۔ یہی گیت ۱۹۱۱ء کے ایڈیشن میں بھی موجود ہے لیکن ۱۹۲۹ء کے ایڈیشن میں صرف اس کا نمبر تبدیل کر دیا گیا ہے، اسے ''پنجاب کی بیداری کا گیت'' کہا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر اس کا تعلق ۶-۱۹۰۵ء کی بیداری کے اجتماعات اور ابتدائی سیالکوٹ کنونشن سے تھا۔[۱۱]

نمونہ:

جَے جَے یسوع جَے جَے یسوع
جَے امر یتو جَے جَے جَے کار
سرجن ہار، پالن ہار، تارن ہار
جَے جَے یسوع، جَے جَے یسوع[۱۲]

جانویئے:

جانویئے (۱۸۶۱ء-۱۹۲۸ء) کا پورا نام پادری سیزر اگسٹس راڈنی جانویئے تھا، والد کا نام لیوائی جانویئے تھا جو بحیثیت مشنری ہندوستان آئے اور پریسبیٹرین مشن کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ وہ متعدد گیتوں کے مترجم بھی تھے۔ انھیں ۱۸۶۴ء میں لدھیانہ میں قتل کر دیا گیا تھا۔[۱۳]

جانویئے کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی لیکن ۱۸۷۱ء میں انھیں امریکہ بھیج دیا گیا جہاں انھوں نے عیسائی مذہب قبول کیا۔ ۱۸۸۷ء میں مشنری کی حیثیت سے واپس ہندوستان آئے لیکن خاندانی اختلافات کے باعث ۱۹۰۱ء میں واپس امریکہ چلے گئے۔ ہندوستان میں مذہبی تبلیغ کے فروغ کے لیے مالی معاونت کرتے رہے علاوہ ازیں یوئنگ کرسچن کالج (الٰہ آباد) کی تاسیس کے لیے بھی مالی معاونت کی۔ اس کالج کے پرنسپل ڈاکٹر یوئنگ تھے جو ۱۹۱۳ء میں مستعفی ہوئے ان کے بعد جانویئے اس کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے اور پندرہ سال تک اس عہدے پر قائم رہے۔ انھوں نے کالج کی مالی اور دینی ترقی کے لیے بہت کام کیے۔ امریکہ میں مقیم رہنے کے باوجود اپنی اردو زبان نہ بھولے اور ہندوستان واپس آ کر جمنا چرچ میں اردو زبان میں وعظ کیا۔ انھوں نے سیالکوٹ کنونشن میں بھی وعظ کیا جو ان کی زندگی کا پہلا اور آخری وعظ تھا۔ ایک مرتبہ یوئنگ کرسچن کالج کے دروازے کے سامنے فرش کی ایک سل ان کے پاؤں کے نیچے زمین بوس ہو گئی اور بارہ فٹ گہرے گڑھے میں گر گئے اور یہی حادثہ جان لیوا ثابت ہوا۔[۱۴]

جانویئے اُس ایڈیٹوریل کمیٹی کے رکن تھے جس نے ۱۸۹۱ء میں ''زبور اور گیت'' کا پہلا ایڈیشن شائع کیا۔ ۱۸۹۸ء میں ''زبور اور گیت'' کے راگوں کے ایڈیشن کے ضمیمہ میں ان کے چھ گیت اور ترجمے شائع کیے گئے۔ اسی کتاب کے ۱۹۲۳ء کے ایڈیشن میں ان کے گیارہ گیت شامل ہیں۔[۱۵]

راقمہ کو ان کا گیت ''جائیں کس کے پاس گنہگار'' دستیاب ہوا ہے یہ پاکستانی گرجا گھروں میں بے حد مقبول ہے۔ جانو یئے نے غالباً ''زبور اور گیت'' کے پہلے ایڈیشن ۱۸۹۱ء اور دوسرے ایڈیشن ۱۸۹۸ء کے درمیانی عرصے میں لکھا، کیوں کہ پہلے ایڈیشن میں یہ گیت موجود نہیں۔ ولیم جی ینگ کے بقول اس گیت کا کورس ایک انگریزی گیت "There's the life in the risen lord" کے کورس کا آزاد ترجمہ ہے۔[۱۶]

نمونۂ کلام:

جائیں کس کے پاس گنہگار؟	یسوع ہے زندگی
موت سے کرتا ہے وہی پار	یسوع ہے زندگی

کورس

بخشش عجیب، راہ ہے صلیب	لے لو تم زندگی[۱۷]

چتمبر:

چتمبر کا پورا نام بشپ جسونت راؤ چتمبر (۱۸۷۹ء-۱۹۴۰ء) تھا۔ ناگپور کے ایک برہمن خاندان سے تعلق تھا۔ ان کے والد نے ان کی پیدائش سے تین سال قبل عیسائی مذہب اختیار کیا اور الٰہ آباد میں بپتسمہ لیا۔ ان کا تقرر بحیثیت پادری جمنا چرچ (پریسٹیرین) میں ہوا۔ مسٹر ڈبلیو اے مینل نے ۱۸۹۵ء۔ ۱۸۹۶ء میں طلبا کے لیے جو بشارتی میٹنگیں منعقد کیں، چتمبر ان میں باقاعدگی سے جاتے تھے۔ انھوں نے مس سیتاوتی سنگھ سے شادی کی بعدازاں دونوں نے بریلی سیمنری میں تربیت حاصل کی۔ وہ اس سیمنری کے پہلے گریجویٹ طالب علم تھے۔ وہ پہلے مدرس تھے، پھر پاسبان یا پادری اور پھر ہیڈ ماسٹر۔ ۱۹۱۰ء میں ''بین الاقوامی مشنری کانفرنس'' ایڈنبرا میں بحیثیت نمائندہ شرکت کی۔ بعدازاں ۱۹۱۳ء میں ''ورلڈ اسٹوڈینٹ کانفرنس'' ٹوکیو میں شرکت کی ۱۹۱۵ء میں وہ مشرقی کماؤں کے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ رہے۔ ۱۹۲۲ء میں لکھنؤ کرسچن کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ وہ پہلے ہندوستانی تھے جنھیں ۱۹۳۰ء میں میتھوڈسٹ کا بشپ مقرر کیا گیا۔ ان کی سکونت جبل پور میں تھی اور ۱۹۴۰ء میں وہیں انتقال فرما گئے۔[۱۸]

مولوی عبدالحق نے ان کی ایک کتاب ''مشنری پیشوا'' کا ذکر کیا ہے ۲۴۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۳۴ء میں مشن پریس الٰہ آباد سے شائع ہوئی۔[۱۹]

انھیں شاعری سے بھی شغف تھا جس کا ثبوت ان کا یہ گیت ہے۔

نمونۂ کلام:

تیرے پاس ہم آتے ہیں
اپنے سر کو جھکاتے ہیں

ہم کو کر قبول اے رب
طالب تیرے ہیں ہم سب[20]

''ہوشعنا'' گیت کی کتاب کی فہرست میں ان کا نام بحثیت مترجم شامل ہے۔

چمن لعل:

ان کا نام ''گیت کی کتاب'' ۱۹۲۹ء رومن اردو ایڈیشن میں ملتا ہے۔ علاوہ ازیں ۱۹۱۱ء کے ایڈیشن اور ''دلربا'' جلد اوّل (۱۹۰۷ء اردو) از مس میری اے رائٹر، میں بھی ان کا نام شامل ہے۔ امکان ہے کہ ''راحت دل'' از رحمت مسیح واعظ کے قدیم ایڈیشن (قبل از ۱۹۰۰ء) میں بھی ان کا گیت ''بھیس بدلا کیا ہوا دل کا بدلنا چاہیے'' موجود تھا۔ ''گیت کی کتاب'' کا ایک ایڈیشن راقمہ کو دستیاب ہوا ہے اس کا دیباچہ برٹن ای پیڈلر نے تحریر کیا جو ٹریٹوریل ہیڈکوارٹر لاہور کے کرنل تھے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکتی فوج کی طرف سے شائع کیا گیا۔ اس دیباچے میں دی گئی معلومات کے مطابق یہ باراوّل ۱۹۴۰ء، بار دوم ۱۹۴۶ء، بار سوم ۱۹۴۷ء اور بار چہارم ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔[21] اس کتاب میں چمن لعل کا یہ گیت کل چار اشعار پر مشتمل ہے جب کہ راقمہ کو دستیاب شدہ ''ہوشعنا'' (مقبول اردو اور پنجابی مسیحی گیتوں اور مزامیر کا مجموعہ، سن اشاعت موجود نہیں) میں یہ گیت پانچ اشعار پر مشتمل ہے۔ امکان ہے کہ یہ اضافی شعر چمن لعل کا نہیں کیوں کہ گیتوں کے تمام پرانے ایڈیشن میں یہ چار اشعار پر مشتمل ہے۔

نمونہ:

بھیس بدلا کیا ہوا دل کا بدلنا چاہیے
ایک دو باتیں نہیں بالکل بدلنا چاہیے
تندرستی کے لیے کپڑے بدلنا چاہیے
حق پرستی کے لیے دل کا بدلنا چاہیے[22]

حلیم:

''غذائے روح'' از صفدر علی صفدر کے اردو ایڈیشن میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ یہ کس شخص کا تخلص ہے۔[23] ان کا صرف ایک گیت ''سیالکوٹ کونشن گیت کی کتاب'' میں شامل ہے۔ یہ ''غذائے روح'' (۱۸۹۲ء) اور ''زبور اور گیت'' (۱۸۹۱ء) میں بھی موجود ہے ''دل ربا'' جلد اوّل (۱۹۰۷ء، اردو) میں انھیں ایس حلیم کے نام سے پکارا گیا ہے۔[24]

مثال:

تھا مفلس اکیلا جو دارِ فنا میں
وہ وارث شہنشاہِ ملک و بقا ہے
نہ اب فکر محشر کا کر تو ذرا بھی
کہ بخشے گا تجھ کو تو وہی شفا ہے[۲۵]

داس، پریم:

پادری پریم داس ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنی زندگی کا بیش تر حصہ میرٹھ اور اس کے گرد و نواح میں گزارا۔ انھوں نے بحیثیت پادری اسی ضلع کے مقام لوہارا سرائے سے کام شروع کیا اور کچھ عرصہ دہلی میں بھی پادری رہے۔ ان کا انتقال ان کے آبائی ضلع میرٹھ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔[۲۶]

ان کا گیت ''ہم سے برنی نہ جائے یسوع تمھاری مہما''، ''گیت کی کتاب'' کے ۱۹۱۱ء کے ایڈیشن میں موجود ہے لہٰذا غالب امکان ہے کہ وہ ۱۸۹۰ء سے پہلے پیدا ہوئے ہوں گے۔ ''گیت کی کتاب'' کے رومن اردو ایڈیشن (۱۹۲۹ء) کے دیباچے میں ان کا ذکر ملتا ہے کہ وہ کمیٹی برائے نظرِ ثانی کے رکن تھے۔ اس کمیٹی نے ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک کام کیا جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ۱۹۲۸ء تک زندہ تھے۔[۲۷]

نمونہ:

پاپ و دکھ میں چاروں طرف مرتے ہیں انسان
دیا کرو دنیا پر وہ ہوئی پریشان[۲۸]

ہم سے برنی نہ جائے، مسیح تمھاری مہما
تم سورگ چھوڑ کر آئے تم مکت پدارتھ لائے
پاپی لیے بچائے
اندھوں کو آنکھیں دینا، کوڑھن کو چنگا کینا
مردے دیے جلائے
میرے پاپ چھما سب کینا، میرے دل میں روشن دینا
پربھو سے دیا ملائے[۲۹]

رسا:

ان کا پورا نام بریگیڈیر الیاس داس رسا تھا۔ ایک برہمن خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام ایشور داس تھا، جو مکتی فوج کے کمشنر بوتھ ٹکر کی مدد سے خاندان سمیت دائرۂ عیسائیت میں داخل ہوئے۔ بعد میں ان کے بھائی پادری بنے اور بہن نے نرس کا پیشہ اختیار کیا۔ الیاس داس رسا نے مکتی فوج کے ٹریننگ سینٹر میں داخلہ لیا۔ ان کی شادی وہیں کی ایک یتیم لڑکی مریم کے ساتھ ہوئی جو مکتی فوج کے ذریعے دائرۂ عیسائیت میں داخل ہوئی تھیں۔ الیاس داس رسا بریگیڈیر کے عہدے تک پہنچے اور پھر ریٹائر ہونے کے بعد بقیہ زندگی امرتسر میں گزاری۔[30] ولیم جی ینگ کے بقول ۱۹۶۴ء میں وہ زندہ تھے کیوں کہ اس سال گورنمنٹ پنجاب (چندی گڑھ) نے انھیں ۳۰۵ روپے کا انعام دیا۔ آخری عمر میں وہ نابینا تھے۔[31]

۱۹۳۵ء میں وائی ایم سی اے لاہور کے زیر اہتمام آل انڈیا مسیحی مشاعرے کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں رسا نے پہلا انعام حاصل کیا۔[32] ان کے بہت سے گیتوں نے ہندوستان میں شہرت حاصل کی[33] ان کا گیت ''دل جس نے مسیح کو دیا ہی نہیں'' پاکستانی گرجا گھروں میں بھی کافی شہرت کا حامل ہے۔

نمونہ:

دل جس نے مسیح کو دیا ہی نہیں وہ پریم کی ریت کو کیا جانے
دکھ درد نہیں دکھیوں کا جسے وہ سچی پریت کو کیا جانے
پیتم کی نہ جس نے سنی بانی، کی دہر میں جس نے من مانی
امرت رس اس نے چکھا ہی نہیں، وہ پریم اور پیت کو کیا جانے[34]

سفیر:

ان کا پورا نام منشی حسن علی تھا۔ وہ ریاست الور، راجستھان میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے یو پی چرچ (United Presbetarian Church) کے ذریعے ۱۸۶۴ء میں نصیر آباد کے مقام پر بپتسمہ لیا۔ ۱۸۶۷ء میں انھوں نے ایک مسلمان لڑکی سے شادی کی جو بعد میں ان ہی کی تبلیغ کے باعث دائرۂ عیسائیت میں داخل ہوئی۔ ۱۸۶۷ء میں ہی مشن نے انھیں جے پور کا ''مقامی ایجنٹ اور ۱۸۷۳ء میں نصیر آباد کے علاقے میں مناد مقرر کیا۔ ۱۸۷۹ء میں انھوں نے یو پی مشن کو خیر باد کہہ دیا اور استعفیٰ دینے کے بعد مشن سے اجازت لے کر واپس الور چلے گئے۔ الور کے لوگوں نے مشن کو وہاں تبلیغی کام کرنے کی دعوت دی۔ مشن نے حسن علی ہی کو وہاں کا مناد مقرر کیا۔ شروع میں ان کے گھر میں عبادات ہوتی تھیں اور ۱۸۸۶ء میں انھیں تبلیغ کا باقاعدہ لائسنس دیا گیا لیکن پادری مقرر ہونے کا کوئی ریکارڈ نہیں۔ ۱۸۸۸ء میں انھوں نے بائبل کلاس شروع کی جس میں تقریباً

۲۵ طالب علم تھے۔ اسی سال انھوں نے ایک کتاب Christian Evidence کا اردو ترجمہ شروع کیا۔ اس کتاب کے متعلق مزید معلومات دستیاب نہیں۔ مشن کے ریکارڈ میں ان کا آخری حوالہ ان الفاظ میں ملتا ہے ''منشی اب بوڑھے ہو رہے ہیں اور اس قسم کا کام ملنے سے جو ان کے مزاج کے مطابق ہے، بہت خوش ہیں۔ یہ نہ صرف ان کے اپنے ایمان بلکہ دوسروں کے ایمان کو بھی مضبوط بنانے میں بڑا مددگار ثابت ہوا ہے۔[۳۵]

صفدر علی صفدر نے ''غذائے روح'' ۱۸۹۲ء کے گیتوں کے مصنفین پر دیباچہ لکھتے وقت انھیں مرحوم نہیں لکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک زندہ تھے۔[۳۶]

منشی حسن علی نے سفیر کا تخلص ۱۸۹۲ء سے پہلے اختیار کیا تھا۔ انھوں نے ایک گیت کی کتاب ''گلدستہ سفیر'' شائع کی۔ وہ کچھ عرصے تک رسالہ ''نور افشاں'' (لدھیانہ) کے مدیر بھی رہے۔[۳۷] رسالہ ''نور افشاں'' لدھیانہ سے یکم مارچ ۱۸۷۳ء کو ہفتہ وار جاری ہوا۔ یہ چار صفحات پر مشتمل تھا اور امریکن مشن پریس سے طبع ہوتا تھا۔[۳۸]

سرکاری رپورٹ کے مطابق رسالہ ''نور افشاں'' کی ادارت بالعموم دیسی عیسائیوں کے ذمے رہی۔[۳۹] ان دیسی عیسائی مدیروں کے ناموں کی فہرست میں ایک نام حسین علی (۱۸۸۹ء میں مدیر رہے) دوسرا نام حسن علی (۱۸۹۱ء میں مدیر رہے)۔[۴۰] راقمہ کے خیال میں آخر الذکر یقیناً منشی حسن علی سفیر ہیں کیوں کہ انھوں نے سفیر تخلص صرف گیتوں میں استعمال کیا ہے جس کی سند غذائے روح از صفدر علی صفدر (۱۸۹۲ء) کے ایڈیشن سے ملتی ہے۔ مشن کے ریکارڈ میں مرقوم رپورٹ میں بھی ان کو حسن علی تحریر کیا گیا ہے۔ علامہ گریفن جونز شرر نے اپنی کتاب ''مسیحی مشاہیر'' میں ان کا تخلص ''اسیر'' تحریر کیا ہے۔[۴۱] راقمہ کے خیال میں یہ محض سہو کاتب ہے کیونکہ گریفن جونز شرر نے تمام معلومات ینگ سے ہی نقل کی ہیں۔

مثال:

میرے دل میں یاد اسی کی ہے، میرے لب پہ اس کا ہی نام ہے
جو رفیق و مونسِ عاصیاں، جو شفیعِ روزِ قیام ہے
میں کلمہ غیر کا کیوں پڑھوں، بھلا ضائع وقت کو کیوں کروں
میرے لب پہ کلمہ اسی کا ہے جو ازل سے حق کا کلام ہے
جو تو خالی ہاتھ ہے اے گدا، درِ وا پہ تُو بھی اسی کے جا
تجھے خالی ہاتھ نہ پھیرے گا کہ وہ بخشش اس کی تو عام ہے[۴۲]

شاکر، پیارے لال:

ماسٹر پیارے لال (تلمیذ شوکت میرٹھی)، ولادت، کنکر کھیڑہ (من مضافات میرٹھ)، ۱۳ر مارچ ۱۸۸۰ء وفات دلّی ۲۵ر فروری ۱۹۵۶ء۔[۴۳] پیارے لال شاکر ہندوستان کے پہلے اردو جرنلسٹ تھے اور عیسائی تھے۔ تاریخِ ادبِ اردو میں وہ پیارے لال میرٹھی کے نام سے مشہور ہیں۔[۴۴] ان کے والد آسراپور اٹاری میں مبشّر تھے۔[۴۵] کہا جاتا ہے کہ فلم اسٹار مینا کماری کا ننھیالی نسب پیارے لال شاکر سے ملتا ہے۔ ان کی نانی سندری دیوی کی شادی پہلے رابندر ناتھ ٹیگور کے چھوٹے بھائی سے ہوئی اور ان کے انتقال کے بعد جب وہ لکھنؤ آ گئیں تو وہاں انھوں نے ایک اسپتال میں بحیثیت نرس کام کرنا شروع کر دیا اور بعدازاں ان کی دوسری شادی پیارے لال شاکر میرٹھی سے ہوئی۔[۴۶] وہ ایک انقلابی جرنلسٹ کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ وہ سندری دیوی کے پاس ٹیگور فیملی کی بیوہ کی حیثیت سے داستانِ حیات معلوم کرنے کے سلسلے میں انٹرویو کی غرض سے لکھنؤ گئے اور بعدازاں ان سے شادی کر لی۔ مینا کماری کی چھوٹی بہن مادھوری کشور شرما کے بقول ٹیگور خاندان کے لیے یہ بات ناقابل قبول تھی کہ ان کے خاندان کی بیوہ دوسری شادی کرے اور وہ بھی کسی عیسائی سے۔ لہٰذا انھوں نے سندری دیوی کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ خاندانی تعلق کو جھٹلانا شروع کر دیا۔ پیارے لال شاکر اور سندری دیوی کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹا منوہر پادری تھا، دوسرا ہیرو ماموں ہندوستان کی فضائیہ آرمی میں تھا۔ بیٹی پربھاوتی اور کسم تھیں (دو کے نام معلوم نہیں) پربھاوتی ہی فلمسٹار مینا کماری کی والدہ ہوئیں۔[۴۷]

پیارے لال شاکر متعدد رسالوں تحفہ سرحد (بنوں)، صدائے بشیر (گجرات) العصر (الٰہ آباد) کے مدیر تھے۔[۴۸] العصر لکھنؤ (۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۷ء) کتابی صورت میں ۱۹۸۰ء میں لبرٹی آرٹ پریس دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کے مصنف پیارے لال شاکر از عابد رضا بیدار ہیں۔ اس کی ضخامت ۶۱۰ صفحات ہیں۔[۴۹] رسالہ ''ادیب'' (۱۹۱۰ء الٰہ آباد) کے مدیران میں نوبت رائے نظر، پیارے لال شاکر اور حسیر عظیم آبادی ہیں۔[۵۰] ان کی ایک طویل مذہبی نظم ''شہزادہ'' شائع ہوئی جو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے متعلق تھی۔[۵۱] مولوی عبدالحق نے ''قاموس الکتب'' میں اس نظم کا عنوان غریب الوطن شہزادہ تحریر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ۲۳ صفحات پر مشتمل یہ نظم گیلانی الیکٹرک پریس لاہور سے شائع ہوئی۔[۵۲]

انھوں نے اپنی عمر کا آخری حصہ فیض بازار (دہلی) کے نزدیک ایک بڑی عیسائی بستی میں کسمپرسی کی حالت میں گزارا۔ ان کی موت سے کچھ عرصہ قبل حکومت ہند نے مولانا ابوالکلام آزاد کی وساطت سے ان کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے لیے پنشن مقرر کر دی تھی۔[۵۳]

نمونہ:

آج روشن اس جہاں میں اک ستارہ ہو گیا
نور سے جس کے منور دل ہمارا ہو گیا
چہچہاتے باغ میں ہیں آج مرغانِ چمن
آگیا ہے باغباں گلشن ہزارہ ہوگیا[۵۴]

عاصی:

ان کا پورا نام شجاعت علی خان تھا۔ اودھ میں پیدا ہوئے وہ نواب اودھ کے ایک دولت مند حکیم کے بڑے بیٹے تھے، چونکہ انھوں نے ایک امیر مسلم خاندان کے زیر سایہ پرورش پائی اس لیے عربی و فارسی کی بڑی اچھی تربیت ملی۔[۵۵] گارساں دتاسی اپنے خطبات میں ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شجاعت علی خان کے توسط سے انھیں کچھ گیت حاصل ہوئے۔ وہ پہلے مسلمان تھے اور اب عیسائی مذہب اختیار کرلیا ہے۔ آج کل وہ کلکتہ کے دیسی گرجے میں پادری کی حیثیت سے کام کرتے ہیں[۵۶] ینگ صاحب لکھتے ہیں کہ ''ڈاکٹر ییٹس نے ۸رمئی ۱۸۲۴ء میں انھیں دریائے ہگلی میں بپتسمہ دیا اور سینکڑوں ہندوستانیوں نے دریا کے کنارے اس رسم کو دیکھا۔[۵۷]

دائرۂ عیسائیت میں داخل ہونے کے بعد انھیں بپٹسٹ مشن سیرام پور میں بطور کمپوزیٹر شعبۂ فارسی میں تعینات کیا گیا۔ صحت کی خرابی کے باعث انھوں نے واپس گھر جانے کی اجازت لی اور واپس گاؤں کا رخ کیا۔ جب ان کے رشتے داروں کو معلوم ہوا کہ وہ عیسائی ہو چکے ہیں تو انھیں قتل کی دھمکیاں دیں۔ لہٰذا وہ واپس کلکتہ آ گئے۔ وہاں ان کا آرڈینیشن ہوا اور وہ کئی سالوں تک بپٹسٹ مشن کے مبشر (پادری) کے طور پر کام کرتے رہے۔ ۱۸۳۲ء میں ناسازی طبیعت کے باعث مونگھیر گئے، لیکن بقیہ زندگی کلکتہ اور اس کے گرد و نواح میں خدمت کرتے ہوئے گزاری۔ ۶۷ سال کی عمر میں ہیضہ کا شکار ہوئے اور فوت ہو گئے۔ انھیں ان کی بیوی بانو کے پہلو میں کلکتہ کے سرکلر روڈ والے قبرستان میں دفن کیا گیا۔[۵۸]

انھوں نے مذہبی گیتوں کے لیے اپنا تخلص عاصیؔ استعمال کیا۔ راقمہ کو دستیاب شدہ گیتوں کے ایڈیشن ''گیت کی کتاب'' میں بھی ان کے گیت اسی تخلص عاصیؔ کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کے دس گیت ''غذائے روح'' از صفدر علی صفدر (۱۹۸۲ء) میں اور اٹھارہ ''زبور اور گیت'' (۱۹۲۳ء) میں شامل ہیں۔ ان میں سے چند بنگالی اردو میں ہیں۔[۵۹]

آج کل جتنے اردو کے ہندوستانی عیسائی شعرا کے اردو گیت گرجا گھروں میں گائے جا رہے ہیں

ان میں عاصی سب سے پرانے شاعر ہیں۔ منشی شجاعت علی نے ''عیسائی ادعیہ'' کے نام سے ایک منظوم کتاب شائع کی جسے بپٹسٹ مشن کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔[۶۰]

نمونہ:

یارب تیری جناب میں ہرگز کمی نہیں
سارے جہاں میں تجھ سا تو کوئی غنی نہیں[۶۱]

گناہوں کو اپنے جو ہم دیکھتے ہیں
تو قہر الٰہی بہم دیکھتے ہیں
اگر غور کرتے ہیں فعلوں پہ اپنے
تو لائق جہنم کے ہم دیکھتے ہیں[۶۲]

فرحت:

ان کا پورا نام منشی شنکر دیال فرحت تھا[۶۳] وہ بھوگاؤں میاں پوری (یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔ انھیں بپتسمہ اس لیے نہیں دیا گیا کیوں کہ وہ اپنی دونوں بیویوں کو رکھنے پر مصر تھے۔[۶۴] لیکن انھوں نے اپنی پوری زندگی عیسائی مذہب اختیار کیے ہوئے گزاری اور باقاعدہ خدمات انجام دیتے رہے۔ ۲۷ سال تک امریکن مشن پریس لکھنؤ میں کام کرتے رہے۔[۶۵] وہ ایک ممتاز ہندوستانی مصنف تھے اور حسین آباد کے امریکن مشن اسکول میں معلّمی کے فرائض بھی انجام دیے۔[۶۶] انھیں اردو ہندی اور فارسی پر مکمل عبور تھا انھوں نے مندرجہ ذیل کتابیں تحریر کیں۔

۱) ''شیو بران یا سوا پرانہ'' یہ ایک اردو مثنوی ہے جو دہلی سے ۱۸۶۵ء میں چھوٹی تقطیع کے ۴۸ صفحات پر شائع ہوئی۔ گارساں دتاسی کے بقول ان کے پاس اس کا ایک نسخہ موجود تھا اور اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی تھا جو ۴۸ صفحات پر مشتمل تھا اور ۱۸۶۲ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔[۶۷]

۲) ''پریم ساگر'' کا اردو ترجمہ نظم کیا جو لکھنؤ کے نول کشور پریس سے شائع ہوا۔ یہ کتاب چھوٹی تقطیع کے ۵۶ صفحات پر مشتمل تھی اور تشریحی تصاویر بھی شامل تھیں۔

۳) انھوں نے تلسی داس کی ''رامائن'' کو منظوم اردو میں لکھا جو کانپور سے ۱۸۶۶ء میں شائع ہوا۔ بڑی تقطیع کے ۱۶۴ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس میں بھی تشریحی تصاویر شامل تھیں۔

۴) انھوں نے کچھ اشعار کہے۔ ان ہی میں ۱۵ اشعار وہ ہیں جن میں ہندوستان کے حالات بتائے گئے

ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی ایک نظم ۱۳۵ اشعار کی صوبہ اودھ کے جغرافیہ کے متعلق پہلی ستمبر ۱۸۶۹ء ''اخبار سررشتہ تعلیم'' اودھ میں شائع ہوئی۔ ۶۸

ڈاکٹر طاہر مسعود نے اپنی کتاب ''اردو صحافت انیسویں صدی میں'' کے آخر میں اردو اخبارات کی فہرست مرتب کی ہے۔ اس فہرست میں نمبر شمار ۲۷۷ میں ایک اخبار بنام ''سحر سامری'' ہے جس کے مالک پنڈت بیج ناتھ اور مدیر منشی شنکر دیال فرحت ہے۔ مہتمم کا نام موجود نہیں۔ یہ اخبار یکم اکتوبر ۱۸۸۶ء سے مطبع ثمر ہند، لکھنؤ سے شائع ہوا۔ ۱۶ صفحات پر مشتمل اس اخبار کی قیمت ۵ روپے سالانہ تھی۔ تعدادِ اشاعت درج نہیں۔ ۶۹

انھوں نے مذہبی گیت بھی لکھے۔ ۳۲ گیت ''غذائے روح'' از صفدر علی صفدر (۱۸۹۲ء) میں شائع ہوئے۔ جس گیت کا نمونہ پیش کیا جا رہا ہے ''مسیحی گیت کی کتاب'' کے ۱۸۷۹ء کے ایڈیشن میں شامل ہے۔ ۷۰

مثال:

نہ پوچھو عزیزو کہ یسوع ہے کب سے؟
زمیں آسماں کچھ نہ تھا ہے وہ تب سے

بلاشک بڑی اس کی ہے ذاتِ والا
گناہ سے خطا سے جفا سے غضب سے

شفیعِ جہاں صلح کا شاہزادہ
پکارو اسے اس مبارک لقب سے

تہِ دل سے منجی پہ ایمان لائے
یہ فرحت کہو ہر شفاعت طلب سے اے

فیلڈ بریو:

ان کا پورا نام پادری آئزک فیلڈ بریو تھا۔ والد کا نام جوزف فیلڈ بریو تھا۔ میتھوڈسٹ مشن سے تعلق تھا۔ انھوں نے خود بھی مشرقی راگوں کے مطابق گیت لکھے۔ فیلڈ بریو کی تعلیم و تربیت ایک میتھوڈسٹ مشنری ولیم بٹلر کے زیرِ سایہ ہوئی۔ انھوں نے بڑے اصرار سے انھیں اسکول بھیجا۔ وہ شمالی ہند کانفرنس میں آزمائشی پاسبان کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ علاوہ ازیں لکھنؤ، مراد آباد اور کانپور کے بڑے بڑے کلیسیاؤں

کے پاسبان رہے۔ وہ پہلے ہندوستانی پاسبان تھے جنھیں ۱۸۸۷ء میں ''سینٹرل کانفرنس'' کا رکن چنا گیا۔ اسی سال ان کے متعلق ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں بتایا گیا کہ چار مختلف علاقوں کے مسیحیوں کے لیے کلاس میٹنگ اور منادی کا کام متواتر ہو رہا ہے۔ مسز فیلڈ بریو کا مستورات میں اثر و رسوخ خاص طور پر مدد کا باعث بنا ہوا ہے۔ بازاری منادی بھی متواتر جاری ہے۔[۲] ۱۸۸۸ء میں وہ الٰہ آباد چلے گئے اور رسالہ ''مخزن مسیحی'' کے مدیر مقرر ہوئے اور دوسری طرف امریکن پریسٹیرین مشن کی تبلیغی ذمے داریاں بھی انجام دیتے رہے۔ وہ اس کمیٹی کے بھی ممبر تھے جس کے صدر پادری ای پی نیوٹن تھے۔ جنھوں نے ''زبور اور گیت'' ۱۸۹۱ء کا پہلا ایڈیشن شائع کیا تھا، ولیم جی ینگ ان کی زندگی کے متعلق معلومات دستیاب نہ کر سکے البتہ ان کی فیلڈ بریو کے خاندان کی ایک رکن مسز آئی ڈی کیلب سے بالمشافہ ملاقات کی، جو الٰہ آباد میں مقیم تھیں انھوں نے بتایا کہ ان کی لمبی ریشمی ڈاڑھی تھی جسے انھوں نے بہت چھوٹی عمر میں نہ صرف دیکھا تھا بلکہ ہاتھ بھی لگایا تھا۔ اس خاتون کے بقول وہ کچھ عرصے کے لیے الٰہ آباد کے کٹرا چرچ میں بھی پاسبان رہے۔[۳]

انھوں نے کئی مذہبی گیت لکھے اور گیتوں کے مترجم بھی رہے۔ ''گیت کی کتاب'' (۱۹۲۳ء) میں ان کے ۷۹ گیت ہیں اور ''زبور اور گیت'' (۱۹۲۳ء) میں ان کے ۳۲ گیت ہیں۔[۴]

نمونہ:

مسیحا تو قدرت اب اپنی دکھا دے
گناہ میں جو مردہ ہیں ان کو جلا دے
یہی ہے تمنائے دل اے مسیحا
ہمیں اپنی رحمت سے آبِ بقا دے[۵]

اے گنہگار اے گنہگار
کیوں غافل سوتا ہے
اب جاگ کہ تیرا مددگار
یسوع بلاتا ہے

کورس:

میں مانتا ہوں میں جانتا ہوں
کہ یسوع منجی ہے[۶]

قاضی، خیراللہ:

قاضی خیراللہ (۱۸۷۹ء۔۱۹۴۷ء) چارسدّہ ضلع پشاور میں ۱۸۷۰ء کے قریب پیدا ہوئے۔ زمانۂ طالب علمی میں پشاور کے قصہ خوانی بازار کے عیسائی کتب خانہ (سی ایم ایس مشنری نگر کا قائم کردہ) میں مطالعہ شروع کر دیا۔ انھوں نے ۱۸۸۵ء اور ۱۸۹۰ء کے درمیان آل سینٹ چرچ پشاور میں بپتسمہ لیا۔ ۱۸۹۱ء میں سی ایم ایس مشن میں شمولیت اختیار کی۔ تبدیلیٔ مذہب کے باعث شدید مخالفت کا سامنا رہا۔ انھوں نے بٹالہ میں اردو سیکھی اور واپس سرحد آنے کے بعد پشاور، نوشہرہ اور دوسری جگہوں پر مذہبی فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۰۷ء میں انھیں ڈیکن اور ۱۹۱۱ء میں پریسٹ مقرر کیا گیا۔ وہ پہلے افغانی تھے جنھیں پریسٹ کا عہدہ دیا گیا۔ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۲۴ء سینٹ جان ڈیوٹی کالج لاہور میں لیکچرار رہے۔ بعد ازاں امرتسر میں پاسبان مقرر ہوئے۔ اس کے بعد بشپ لیفرائے ٹریننگ اسکول انبالہ میں پرنسپل اور پھر کلارک آباد میں پرنسپل مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں کلارک آباد میں پادری رحمت مسیح واعظ تھے۔ قاضی صاحب خود بھی ۱۹۳۱ء میں کلارک آباد کے پاسبان رہے اور ۱۹۴۱ء میں سبکدوش ہوئے۔ وہ شملہ سے پچاس میل دور کوٹ گڑھ کے مقام پر ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء یعنی یومِ آزادی کے موقع پر فوت ہو گئے۔ ۷۷

قاضی خیراللہ عربی اور فارسی کے جید عالم اور فارسی کے بہترین شاعر تھے۔ انھوں نے اپنی سب سے پہلی نظم فارسی میں لکھی، پنجابی زبان بھی سیکھی اور اس میں بھی نظمیں لکھیں۔ انھوں نے ۴۶ کتب تحریر کیں۔ ان میں سے کچھ پشتو اور فارسی میں تھیں۔ ان میں دو لغات اور پشتو بائبل کا کچھ حصہ شامل ہے، ان کی ایک کتاب کا ذکر مولوی عبدالحق نے ''قاموس الکتب اردو'' میں کیا ہے۔ ان کے بقول ''بائبل کے مجازی الفاظ اور ان کا مطلب'' کے مصنف خیراللہ، گیلانی، قاضی ہیں۔ ۲۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۲۶ء میں گیلانی الیکٹرک پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ ۷۸ ہوسکتا ہے یہ وہی کتاب ہو جس کو ینگ نے لغت کہا ہے۔ دستیاب معلومات کے مطابق شاید ان لغات کا تعلق قاضی خیراللہ کی لغت سے ہو یا ہوسکتا ہے اسی کی تکمیل ہو لیکن مدلل ثبوت کے بغیر کچھ کہنا قریب از قیاس ہے۔ دوسری طرف ان کے بیٹے صفی خیراللہ جو ایک مدرس اور مصنف تھے انھوں نے اردو بولنے والوں کے لیے اردو بائبل لغت ''قاموس الکتب'' تحریر کی اس میں پانچ ہزار سے زائد الفاظ موجود ہیں ان کا دوسرا کارنامہ عبرانی اردو پریمیئر ہے جس کی پہلی اشاعت ۱۹۹۲ء میں ہوئی۔ ۷۹

قاضی صاحب نے گیتوں کی کتاب ''راحت افزا'' کے نام سے شائع کی۔ ۱۹۳۱ء تک اس کے چھے ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۸۰ ان کا ایک مشہور گیت ''شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا'' آج بھی گرجا گھروں میں گایا جاتا ہے۔ اس گیت کے متعلق ینگ صاحب لکھتے ہیں کہ مشہور ڈرامہ نگار آغا حشر کاشمیری نے

اس گیت کے پہلے مصرعے کے تحت اپنے ایک ڈرامے کے لیے نظم لکھی۔ ۸۱ بہت سے عیسائی شعرا نے بھی اسی طرز پر مذہبی گیت لکھے۔ مثلاً گلزار بشارت (۱۸۹۸ء) میں استاد اللہ دتہ ممبار کے گیت کے بول یوں ہیں۔

شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
دراصل آپ خدا تھا، مجھے معلوم نہ تھا ۸۲

نمونہ:

شکل انساں میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
مُشکِ نافہ میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

غیر معبودوں کی تقلید میں کرتا تھا مدام
جامِ وحدت میں مزا تھا مجھے معلوم نہ تھا ۸۳

گوری شنکر:

ان کی حالاتِ زندگی کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں۔ وہ گوری شنکر مشعل پریس کھڑر، انبالہ میں کاتب تھے۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء کے درمیانی عرصے میں انھوں نے کھڑر میں ایک مذہبی عیسائی ڈراما کھیلا۔ جس میں مختلف ممالک کے عیسائیوں کی مذہبی زندگی کو کہانی کی صورت میں بیان کیا گیا تھا۔ ایک گیت جوان کے نام سے منسوب ہے کہا جاتا ہے کہ اس گیت کے مضمون کے الفاظ پادری بی ایم ڈولال مرحوم کے ہیں جو ۱۹۶۹ء میں ٹینکسن آباد میں فوت ہوئے۔ گوری شنکر نے اس مضمون کو ہندی شعر میں منتقل کیا ۸۴ یہ گیت آج بھی بہت مقبول ہے۔ ۱۹۴۰ء میں ''روحانی بیداری کے گیت'' میں شائع ہوا۔ ۸۵

نمونہ:

ہم یسوع مسیح کے چیلے ہیں دنیا میں دھوم مچا دیں گے
جو نیند میں غافل سوتے ہیں اپدیش سے ان کو جگا دیں گے
ہم مَن کی گھنڈی کھولیں گے اور گیان کے موتی رولیں گے
انجیل مقدس پڑھ پڑھ کر ہر دوں کو شانت بنادیں گے ۸۶

لیتھبری:

ان کا پورا نام مس میری ارنمسیہ لیتھبری (۱۸۴۱ء۔۱۹۱۳ء) تھا۔ ایک مقامی مبلغ کی بیٹی تھیں اور پیشے کے

اعتبار سے مصورہ تھیں۔ انھوں نے رسالوں کے لیے متعدد گیت لکھے اور سنڈے اسکول کے لیے بہت کام کیے۔۸۷ ان کا کوئی بھی اردو گیت دستیاب نہیں ہوسکا۔ جو گیت ان کے نام کے ساتھ منسوب ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۸۸۲ء میں انگریزی زبان میں لکھا گیا ۸۸ (اس سے زیادہ معلومات دستیاب نہیں)۔ تمام گیت کی کتابوں میں ان کا نام بحیثیت مترجم نہیں بلکہ بحیثیت شاعرہ موجود ہے۔

مثال:

جیون کی روٹی دے مجھ کو خدا
جیسے گلیل میں بھی تو دیتا تھا
کلامِ پاک میں میں دیکھتا تجھ کو
میں پیاسا ہوں تیرا کر سیر مجھ کو ۸۹

مِنّت:

ان کا پورا نام منشی کیدار ناتھ منت سکینہ گھن راجپوری تحریر کیا گیا ہے۔ وہ گھن راجپور ضلع بدایوں یوپی میں ایک کائستھ خاندان میں پیدا ہوئے۔ اردو اور فارسی پر کامل دسترس تھی۔ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھے، وہ پہلے ہندو سے مسلمان ہوئے بعد ازاں فرخ آباد چلے گئے اور وہیں اپنے خاندان سمیت عیسائی مذہب قبول کرلیا۔ سیمنری میں پادری بننے کی تربیت حاصل کی اور پھر فرخ آباد میں ہی بحیثیت پادری ان کا تقرر ہوا۔ انھوں نے وہیں قیام کے دوران ایک ہزار سے زائد بھجن اور غزلیں لکھیں۔ ۱۹۲۸ء تک وہ فرخ آباد میں مقیم رہے، اس کے بعد کانپور چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ ۹۰

آپ کی شعری تخلیقات درج ذیل ہیں۔

۱) ذکرِ مصلوب (مسدس)

مسدس کے انداز میں لکھی گئی یہ طویل نظم ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور پنجاب رلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع ہوئی ۹۱ اور قیمت ۲۵ پیسے مقرر ہوئی۔ مولوی عبدالحق نے ''قاموس الکتب اردو'' میں اس کا سن اشاعت ۱۹۲۸ء تحریر کیا ہے جو نیا انی الیکٹرک پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ ۹۲ اس طویل نظم میں حضرت عیسیٰؑ کی مصلوبیت کے واقعات و احوال کو شاعرانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تراکیب، الفاظ کی نشست و برخاست اور دیگر فنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اسلوبِ بیان انتہائی موثر اور وجد آفرین ہے۔ ۹۳

علامہ گریفن نے ذکرِ مصلوب کا ایک بند نقل کیا ہے۔

کر لیا کام جڑائی کا جو حدادوں نے　　باقی شدت نہ کوئی رہنے دی شدادوں نے
کرلی پیدا جو کر سکتے تھے بیدادوں نے　　پھر صلیب اس کی کھڑی گاڑ دی جلادوں نے
آؤ اب دیکھ لو تصویر مجسم غم کی
سانپ نے کاٹ لی ایڑی پسرِ آدم کی[۹۴]

۲) ولولۂ تبلیغ (نظم)

ان کی یہ ولولہ انگیز طویل نظم اخوت اندریاسیہ کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی بعدازاں ایف ایم نجم الدین اختر صاحب کی کاوش سے پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع ہوئی۔ ۱۲ صفحات پر مشتمل اس کتابچے کی قیمت ۹ پیسے ہے۔[۹۵] مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر کردہ معلومات کے مطابق یہ نظم ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔[۹۶] فنی خوبیوں اور شعری محاسن نے نظم کو جان دار بنادیا ہے۔[۹۷]

۳) ہیری جیکب کی کہانی (منظوم)

۱۲ صفحات پر مشتمل یہ نظم کتابی صورت میں پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع ہوئی اور اس کی قیمت ۶ پیسے ہے۔ یہ نظم بھی بشارتی مقاصد کے تحت لکھی گئی۔ چھوٹی بحر کے انتخاب اور خیالات کی برجستگی نے نظم کا حسن بڑھادیا ہے۔[۹۸]

۴) مثنوی یوسفستان

اس میں انھوں نے حضرت یوسفؑ کے مشہور ومعروف قصے کو مثنوی کے انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ مثنوی ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے اور پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع ہوئی اور اس کی قیمت ۹ پیسے تھی۔[۹۹]

۵) ستم ہامان

اس میں بائبل مقدس کے عہدنامہ قدیم میں موجود ملکہ آستر اور ظالم ہامان کی تاریخی کہانی کو منظوم کیا گیا ہے۔ ۲۰ صفحات پر مشتمل یہ منظوم کتابچہ پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع ہوا۔ سلاست اور روانی موجود ہے۔[۱۰۰]

۶) جج کا فرض

اس میں اخلاقی کہانی کو منظوم شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ دوستانہ خلوص اور احسان مندی کے

موضوع پر مشتمل یہ منظوم کتابچہ ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے اور پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع ہوئی۔[۱۰۱] مولوی عبدالحق کے مطابق یہ ۱۹۲۸ء میں واشنگٹن پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوئی۔[۱۰۲]

۷) زمزمۂ تبلیغ

۱۶ صفحات پر مشتمل یہ تبلیغی نظم اخوت اندریاسیہ کے دوسرے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی اور بعد میں پنجاب ریلجیس بک سوسائٹی سے شائع کی گئی۔[۱۰۳]

۸) ''زبور اور گیت'' (۱۹۲۳ء)

زبور اور گیت میں ان کا ایک گیت شامل ہے جس کا نمونہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

نمونہ:

آہا یسوع آیا، زمیں پر خوشی کرتے ہیں سارے آسمان
آسمان، آسمان، آسمان، آسمان

اپنے گلے کی کرتے رکھوالی، گڈریے باری باری، جو تھے پاسبان
پاسبان، پاسبان، پاسبان، پاسبان، پاسبان[۱۰۴]

میرین:

ان کا پورا نام معلوم نہیں۔ یہ تخلص ''غذائے روح'' (۱۸۹۲ء) از صفدر علی صفدر، میں تین گیتوں کے لیے ''مریاین'' کی صورت میں استعمال ہوا ہے۔ ''زبور اور گیت'' (۱۸۹۸ء) میں یہ ''میرین'' کی صورت میں تحریر ہے جو غالباً صحیح ہے۔ مصنف کوئی عورت تھی۔[۱۰۵] اس سے زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہوسکیں۔

مثال:

کوئی دَم میں دَم جب یہ جاتا رہے گا
تو اے دل بتا کس سے ناتا رہے گا

ذرا خوابِ غفلت سے بیدار ہو اَب
کہ پھر کون تجھ کو جگاتا رہے گا

مسافر ہے تو اور یہ دنیا سرا ہے
تو کب تک یہاں دل لگاتا رہے گا
اَے میرؔین نہ ہرگز کہا دل کا کیجیو
وَلے تجھ کو یہ یاں پھنساتا رہے گا۱۰۶

نجم الدین، ایف:

ان کا پورا نام فرنک مارٹن نجم الدین (۱۸۸۹ء۔۱۹۷۰ء) ہے وہ ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ڈاکٹر نجم الدین مشن اسپتال کے انچارج تھے۔ وہ رحمت مسیح واعظ کے رشتے دار تھے۔ ۱۹۱۱ء میں بیرنگ ہائی اسکول بٹالہ سے میٹرک پاس کیا۔ محکمۂ آبپاشی پنجاب میں ملازم رہے، بعدازاں ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء بحیثیت وائی ایم سی اے سیکریٹری مشرقی افریقہ میں فوجوں کے درمیان مذہبی خدمت کی۔ ۱۹۲۱ء میں پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی میں ملازم ہوئے اور شعبۂ اردو میں کام کیا۔ اس کے بعد مال روڈ برانچ کے مینیجر مقرر ہوئے اور اپنی سبکدوشی (۱۹۶۵ء) تک اسی عہدے پر رہے۔ ۱۹۲۲ء میں ان کی شادی عظمت میراں بخش سے ہوئی۔ ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔۱۰۷

نجم الدین نے متعدد نظمیں لکھیں زیادہ تر مذہبی نظمیں ہیں۔ اردو ادب اور موسیقی سے خصوصی دلچسپی تھی۔ وہ رسالہ ''نورافشاں'' اور ''قائد'' (نیشنل مشنری سوسائٹی آف انڈیا کا ترجمان رسالہ) کے ایڈیٹوریل بورڈ کے رکن تھے لیکن ان کو زیادہ شہرت رسالہ ''اخوت'' سے ملی جو کہ ''اخوت اندریاسیہ'' کا ترجمان ہے۱۰۸ یہ ۱۸۸۲ء میں پہلی بار شائع ہوا اور نجم الدین اس وقت سے لے کر اپنی موت تک اس کے مدیر رہے۔ یہ رسالہ مذہبی علمی و ادبی رجحانات کا علم بردار تھا۔ اس کے معاون مدیر دوست جالندھری۱۰۹ تھے۔ یہ ششماہی رسالہ تھا ۴/۳۰×۲۰ تقطیع پر تھا اور سالانہ چندہ دو روپے تھا۔۱۱۰

وہ ہولی ٹرینٹی چرچ لاہور میں پچاس سال سے زیادہ عرصے تک آرگن بجاتے رہے۔ ان کی آواز بڑی سریلی تھی۔۱۱۱ ترجمے کے لحاظ سے ان کے ایک مذہبی ڈرامے (فدیۂ عظیم) کا ذکر ملتا ہے جسے انھوں نے مقامی رنگ و روپ میں ڈھال کر پیش کیا۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کی مصلوبیت کے آخری حالات و واقعات کو ڈرامے کی تکنیک میں پیش کیا گیا ہے۔۱۱۲ ان کا آخری کام ''مسیحی گیت کی کتاب'' کی نظر ثانی تھا۱۱۳ بشپ ولیم جی ینگ اپنی کتاب ''گیتوں کے مصنفین و مترجمین'' کے دیباچے میں فرینک مارٹن نجم الدین کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھوں نے مصنفین کے بارے میں معلومات فراہم کرنے میں میری سب سے زیادہ مدد کی ہے اور مجھے اپنی نایاب سیلاب زدہ کتاب ''غذائے روح'' (اردو ایڈیشن) از صفدر علی صفدر مہیا کی جس میں

متعدد گیتوں کے مصنفین کے حالاتِ زندگی درج ہیں۔[۱۱۴] زبان و ادب سے دلچسپی کے باعث ہندوستانی عیسائیوں کی بیشتر تصانیف پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی کے منظرِ عام پر لائے اور ان کے اس بارِ احسان سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے چند گیت بھی تحریر کیے جو آج بھی مذہبی عبادت گاہوں میں گائے جاتے ہیں۔ نمونہ:

فانی ہے یہ دنیا ساری اور گناہ سے ہے بھرپور
آج یہاں جو آتا ہے اک روز یقیناً جاتا ہے[۱۱۵]

خدا تجھ کو دے برکتیں بے بہا
تجھے رکھے محفوظ و خرم سدا[۱۱۶]

واعظ:

ان کا پورا نام رحمت مسیح واعظ (۱۸۵۷ء۔۱۹۳۵ء) تھا۔ والد کا نام محمد علی عرف سُو پا تا تھا۔ واعظ ۱۸۵۷ء میں نارووال میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان نے اٹھارویں صدی میں ہندو مذہب ترک کر کے اسلام (شیعہ) قبول کر لیا تھا۔ بعد ازاں رولنڈ بیٹمن کے ذریعے دائرہ عیسائیت میں داخل ہوئے اور ۱۱رمئی ۱۸۷۳ء کو انھیں، ان کے والد، بڑے بھائی احمد مسیح اور ان کی بہن (جو بعد میں مسز وارث الدین ہوئیں) کو بپتسمہ دیا گیا۔ ۱۸۹۵ء میں امرتسر میں انھیں ایک خطرناک قسم کا ناسور ہو گیا جس کے باعث وہ دو ماہ تک قریب المرگ رہے اور دعاؤں کے ذریعے شفا پائی۔ اس واقعے کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو مذہبی و روحانی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ ۱۸۹۹ء، ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۶ء کے سی ایم ایس کے ریکارڈ میں انھیں جونیئر منادبیان کیا گیا ہے۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں ڈیکن بنا کر کلارک آباد اور منٹگمری بھیجا گیا۔ ۱۹۱۹ء میں پریسٹ بنے اور سبک دوشی تک (۱۹۳۱ء) کلارک آباد میں بحیثیت پریسٹ کام کرتے رہے۔ کچھ عرصے تک قاضی خیر اللہ کے ساتھ کام کیا، جو اس وقت ڈیوئی اسکول کلارک آباد میں مدرس تھے۔ واعظ نے ۱۰ر فروری ۱۹۳۵ء میں لاہور میں وفات پائی۔

ینگ کے بقول، پادری واعظ کے ایک شناسا نے بتایا کہ ان کا رنگ بہت گورا تھا اور وہ خوبصورت تھے، اس بات کا انھیں خود بھی احساس تھا۔ بڑھاپے میں ان کی سفید ڈاڑھی تھی اور وہ کیسری پگڑی باندھتے تھے ان میں ظرافت کا مادہ بھی بہت تھا۔ وہ بڑے زبردست واعظ تھے اور وعظ کے دوران چل پھر کر لوگوں سے سوالات کرتے تھے۔ اخوتِ اندریاسیہ لاہور کے اجرا کے موقعے پر انھوں نے نوجوانوں کے ساتھ مل کر چندہ جمع کیا۔[۱۱۷]

واعظ نے گیتوں کا مجموعہ ''راحت دل'' کے نام سے شائع کیا[۱۱۸] جو ناپید ہے اس لیے اس کی تاریخ

شاعت بتائی نہیں جاسکتی ''پنجابی بھجن'' (۱۸۹۰ء) کے دیباچے میں تحریر ہے کہ یہ پنجابی بھجن وہی ہیں جو راگوں کے اضافے کے ساتھ ''راحتِ دل'' کے نئے ایڈیشن میں درج ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں ایک لیڈیز کانفرنس میں درخواست کی گئی کہ اسے رومن رسم الخط میں شائع کیا جائے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نیا ایڈیشن ''راحتِ دل'' کا دوسرا ایڈیشن تھا جو ۱۸۸۷ء یا ۱۸۸۸ء کے شروع میں شائع ہوا۔ اس کے پنجابی حصے میں واعظ کے ۲۵ گیت شامل ہیں۔ ''غذائے روح'' از صفدر علی صفدر ۱۸۹۲ء میں ان کے ۱۹ گیت موجود ہیں جن میں سے ۱۷ اردو میں اور ۲ پنجابی زبان میں ہیں۔ راحتِ دل کے کل بارہ ایڈیشن شائع ہوئے۔ چھٹا ایڈیشن ۱۹۱۷ء میں، گیارہواں ۱۹۲۹ء میں اور بارہواں ان کی موت سے کچھ عرصے قبل شائع ہوا۔ ان کا انتقال ۱۰ ر فروری ۱۹۳۵ء کو لاہور میں ہوا۔[۱۹]

نمونہ:

آج آمد ہے جہاں میں صاحبِ لولاک کی
بادلوں پر ہے سواری مالکِ افلاک کی

نیکیوں کے لائے گا ثمرات وہ افراط سے
جو بشر بھی شاخ بن جائے حقیقی تاک کی

دل سے توبہ کر، گنہ سے آہ و فراری خوب کر
قدر خالق کو بہت ہے دیدۂ غمناک کی[۲۰]

ان کی دو نظمیں ''نیک سامری'' انجیلی تمثیل کے متن سے متعلق ہیں۔ جو ۱۶ صفحات پر مشتمل کتابچہ کی صورت میں پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی سے شائع ہوئیں۔ ایک مسدس کے انداز میں اور دوسری مثنوی کے انداز میں لکھی گئی ہے اور اس کی قیمت ۹ پیسے ہے۔[۲۱] مولوی عبدالحق نے ''نیک سامری'' کتاب کے مصنف کا نام رحمت علی، مسیح تحریر کیا۔ یہ کتاب ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۲۸ء میں گیلانی الیکٹرک پریس لاہور سے شائع ہوئی۔[۲۲] غالباً یہ رحمت مسیح واعظ ہیں کیونکہ مولوی صاحب نے اس کتاب کو عیسائی مذہب والے حصے میں تحریر کیا ہے۔ علاوہ ازیں واعظ کی مزید دو کتابوں کا ذکر بھی ملتا ہے (۱) قتل یوحنا، (۲) وعظ شکر کہانیاں۔

وعظ شکر کہانیاں: میں بائبل مقدس کی سبق آموز کہانیوں کو سامری اور عام فہم زبان میں پیش کیا ہے۔ ۴۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلے پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع ہوئی اور قیمت ۲۰ پیسے مقرر ہوئی،[۲۳] بعدازاں یہ ۱۹۳۳ء میں امرت الیکٹرک پریس لاہور سے شائع ہوئی۔[۲۴]

قتل یوحنا: یہ کتاب، کتب مقدسہ کی فہرست میں موجود نہیں لیکن عبدالحق صاحب نے اس کتاب کا نام ''قاموس الکتب'' کی فہرست میں دیا ہے اس کے مصنف رحمت مسیح، واعظ ہیں۔ ۱۱صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ ۱۹۲۸ء میں پنجاب ریلیجیس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع ہوا۔ [۱۲۵]

حواشی:

۱۔ صفی حیدر دانش: ''تصوف اور اردو شاعری'' سندھ اکیڈمی لاہور، ۱۹۴۸ء، ص ۱۳۔
۲۔ ڈاکٹر ساجد امجد: ''اردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات'' غفنفر اکیڈمی پاکستان ۱۹۸۹ء، ص ۱۰۱۔
۳۔ صفی حیدر دانش: ص ۱۳۔
۴۔ بشیر احمد ڈار: ''تاریخ تصوف قبل از اسلام'' ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۲۔
۵۔ ڈاکٹر ساجد امجد: ص ۱۰۰۔
۶۔ ایضاً، ص ۱۰۹۔
۷۔ ایضاً، ص ۱۱۰۔
۸۔ ایضاً، ص ۱۰۹۔
۹۔ ڈاکٹر ایبل مجید اور کیری، فریڈا ''پاکستان میں پروٹسٹنٹ مسیحیت کی تاریخ'' اوپن تھیولاجیکل سیمنری، لاہور ۲۰۰۸ء، ص ۳۵۔
۱۰۔ ینگ، ڈبلیو۔ جی، بشپ ''گیتوں کے مصنفین ومترجمین'' مترجم اے سنگھ، وکلف، مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۳۱۔
۱۱۔ ایضاً۔
۱۲۔ ہوشعنا، ص ۲۸۵۔
۱۳۔ ینگ، ڈبلیو۔ جی، بشپ ''گیتوں کے مصنفین ومترجمین'' مترجم اے سنگھ، وکلف، مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۳۱۔
۱۴۔ ایضاً، ص ۳۲۔
۱۵۔ ایضاً۔
۱۶۔ ایضاً۔
۱۷۔ ''ہوشعنا'' مقبول اردو اور پنجابی مسیحی گیتوں اور مزامیر کا مجموعہ'' سن ندارد، ص ۱۵۷۔
۱۸۔ ینگ، ڈبلیو۔ جی، بشپ ''گیتوں کے مصنفین ومترجمین'' مترجم اے سنگھ، وکلف، مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۳۱۔

۱۹ ڈاکٹر مولوی عبدالحق: ''قاموس الکتب'' اردو جلد اوّل، مذہبیات، انجمن ترقی اردو پاکستان، اشاعت اوّل، جون ۱۹۶۱ء، ص ۱۰۸۰۔
۲۰ ہوشعنا، ص ۱۵۴۔
۲۱ ''گیت کی کتاب'' بار چہارم، دیباچہ، ص، ر، ۱۹۷۵ء۔
۲۲ ''ہوشعنا''، ص ۳۰۵۔
۲۳ ینگ، ص ۳۵۔
۲۴ ایضاً۔
۲۵ ''گیت کی کتاب''، ص ۲۷۴۔
۲۶ ینگ، ص ۳۸۔
۲۷ ایضاً۔
۲۸ ہوشعنا، ص ۱۸۷۔
۲۹ ایضاً، ص ۲۳۱۔
۳۰ ینگ، ص ۴۶۔
۳۱ ایضاً۔
۳۲ ایضاً۔
۳۳ ایضاً۔
۳۴ ہوشعنا، ص ۲۷۰۔
۳۵ ینگ، ص ۴۸ تا ۴۹۔
۳۶ ایضاً، ص ۵۰۔
۳۷ ایضاً۔
۳۸ ڈاکٹر طاہر مسعود: ''اردو صحافت انیسویں صدی میں'' اشاعت اوّل ۲۰۰۲ء، فضلی سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، کراچی، ص ۸۷۸۔
۳۹ ایضاً، ص ۸۷۹۔
۴۰ ایضاً، ص ۸۸۰۔
۴۱ شرر، گریفن جونز ''مسیحی مشاہیر''، ص۔
۴۲ ہوشعنا، ص ۳۱۳۔
۴۳ مالک رام: ''تذکرۂ ماہ و سال'' مکتبہ جامعہ، لمیٹڈ، نئی دہلی، بارِ اوّل، نومبر ۱۹۹۱ء، ص ۲۱۳۔
۴۴ http://www.cuwap.org/node/52

۴۵۔ ینگ،ص ۵۱۔
۴۶۔ www.filmsandnews.com/2007/04/meena-kumari-poluglot-product
۴۷۔ ایضاً۔
۴۸۔ ینگ،ص ۵۱۔
۴۹۔ http://www.vlib.org/cgi/ULIBAdvscarch.cgi?liststar=678
۵۰۔ http://books.google.com:pk/books?id=ZB4n3mvozb
۵۱۔ ینگ،ص ۵۱۔
۵۲۔ عبدالحق،ص ۱۰۸۶۔
۵۳۔ ینگ،ص ۵۱۔
۵۴۔ ہوشعنا،ص ۲۶۷۔
۵۵۔ ینگ،ص ۵۹۔
۵۶۔ گارسین دتاسی: ''خطباتِ گارسان دتاسی''،انجمن ترقی اردو،اورنگ آباد،دکن ۱۹۳۵ء،ص ۴۰۱۔
۵۷۔ ینگ،ص ۵۸۔
۵۸۔ ایضاً،ص ۵۹۔
۵۹۔ ایضاً۔
۶۰۔ گارسین دتاسی: ''مقالات گارسان دتاسی''انجمن ترقی اردو پاکستان،۱۹۷۵ء،ص ۳۱۳۔
۶۱۔ ہوشعنا،ص ۲۳۷۔
۶۲۔ ایضاً،ص ۳۰۷۔
۶۳۔ ینگ،ص ۶۱۔
۶۴۔ ایضاً۔
۶۵۔ ایضاً۔
۶۶۔ گارسین دتاسی: (M.Garcin de Tassy) کی اصل فرانسیسی تصنیف:
Historie de la Litterature Hindoui et Hindoustanie مطبوعہ: Adolphe Labitte،
پیرس،۷۱-۱۸۷۰ء،ترجمہ از لیلیان سیکشن تاز رومرتبہ: معین الدین عقیل،ڈاکٹر،زیر طبع۔
۶۷۔ ایضاً۔
۶۸۔ ایضاً۔
۶۹۔ طاہر مسعود: ص ۱۱۱۳۔
۷۰۔ ینگ،ص ۶۱۔

''ہوشعنا''، ص ۲۹۷۔

۷۲ ''یہ ماہانہ رسالہ لاطینی رسم الخط میں اردو میں جولائی ۱۸۶۸ء میں نکلا تھا اس کے ایڈیٹر، یونڈر جے جے والش تھے یہ رسالہ مراد آباد میں چھپتا تھا۔ سالانہ چندہ دو روپے آٹھ آنے تھا'' صابری، امداد ''تاریخ صحافت اردو'' جلد دوم، دہلی ۱۹۶۰ء، ص ۲۹۵۔

۷۳ ینگ، ص ۶۳۔

۷۴ ایضاً۔

۷۵ ہوشعنا، ص ۳۱۰۔

۷۶ ایضاً، ص ۱۴۰۔

۷۷ ینگ، ص ۶۴ تا ۶۵۔

۷۸ عبدالحق، ص ۱۰۹۲۔

۷۹ www.cuwap.org/node/8

۸۰ ینگ، ص ۶۵۔

۸۱ ایضاً۔

۸۲ ایضاً۔

۸۳ ہوشعنا، ص ۳۰۴۔

۸۴ ینگ، ص ۶۹۔

۸۵ ایضاً۔

۸۶ ہوشعنا، ص ۳۲۴۔

۸۷ ینگ، ص ۷۳۔

۸۸ ایضاً۔

۸۹ ہوشعنا، ص ۱۹۰۔

۹۰ ینگ، ص ۷۷

۹۱ ''فہرست کتب مقدسہ'' بائبل ڈپو انارکلی لاہور نمبر ۲، ص ۱۲۵۔

۹۲ عبدالحق، ص ۱۰۹۰۔

۹۳ فہرست کتب مقدسہ، ص ۱۲۵۔

۹۴ شرر، ص ۹۸۔

۹۵ فہرست مقدسہ، ص ۱۲۶۔

۹۶ عبدالحق، ص ۱۰۹۰۔

۹۷۔ فہرست کتب مقدسہ، ص ۱۲۶۔
۹۸۔ ایضاً۔
۹۹۔ ایضاً۔
۱۰۰۔ ایضاً۔
۱۰۱۔ ایضاً۔
۱۰۲۔ عبدالحق، ص ۱۰۹۰۔
۱۰۳۔ فہرست کتب مقدسہ، ص ۱۲۶۔
۱۰۴۔ ہوشعنا، ص ۲۶۳۔
۱۰۵۔ ینگ، ص ۷۹۔
۱۰۶۔ ہوشعنا، ص ۳۲۶۔
۱۰۷۔ ینگ، ص ۸۰۔۸۱۔
۱۰۸۔ ایضاً۔
۱۰۹۔ دوست جالندھری کا شمار اردو ادب کے پر گو شعرا میں ہوتا ہے انھوں نے تاجور نجیب آبادی جیسے جید استادِ فن کی صحبتوں سے کسبِ فیض کیا۔ ان کا کلام مشہور و معروف ادبی رسائل شاعر، آگرہ، عالمگیر، شاہکار، نیرنگ خیال، تحریک تاج سخن، گلشن اور شباب اردو میں شائع ہوتا رہا۔ وہ ایک مدت تک جالندھر سے ہفت روزہ ''صلیب'' شائع کرتے رہے بعد ازاں آزادیٔ وطن کے بعد ہفت روزہ ''آزاد کرسچن'' اور ''مسلک'' لاہور سے بحیثیت مدیر وابستہ رہے۔ فیروز، کنول جمالِ فکر، مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ، لاہور، ص ۱۸۔
۱۱۰۔ کتب مقدسہ کی فہرست، ص ۳۰۔
۱۱۱۔ ینگ، ص ۸۱۔
۱۱۲۔ کتب مقدسہ کی فہرست، ص ۱۲۱۔
۱۱۳۔ ینگ، ص ۸۱۔
۱۱۴۔ ینگ، تعارف، ص ۵۔
۱۱۵۔ ہوشعنا، ص ۳۰۶۔
۱۱۶۔ ایضاً، ص ۳۵۷۔
۱۱۷۔ ینگ، ص ۸۷۔
۱۱۸۔ ایضاً، ص ۸۸۔
۱۱۹۔ ایضاً، ص ۸۷۔
۱۲۰۔ ہوشعنا، ص ۲۶۴۔

۱۲۱۔ فہرست کتب مقدسہ، ص ۱۲۳۔

۱۲۲۔ عبدالحق، ص ۱۰۹۴۔

۱۲۳۔ فہرست کتب مقدسہ، ص ۱۵۴۔

۱۲۴۔ عبدالحق، ص ۱۰۹۴۔

۱۲۵۔ ایضاً۔

فہرست اسناد محولہ:

۱۔ امجد، ساجد، ڈاکٹر: ۱۹۸۹ء، ''اردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات''، غضنفر اکیڈمی، پاکستان۔

۲۔ اسبل مجید، ڈاکٹر اور کیری فریڈا: ۲۰۰۸ء، پاکستان میں پروٹسٹنٹ ''مسیحیت کی تاریخ'' اوپن تھیولاجیکل سیمنری، لاہور

۳۔ دانش، صفی حیدر: ۱۹۴۸ء ''تصوف اور اردو شاعری'' سندھ اکیڈمی، لاہور۔

۴۔ دتاسی، گارساں (M. Garcin de Tassy) کی اصل فرانسیسی تصنیف Histoire de la Litterature Hindouie et Hindoustanie مطبوعہ Adolphe Labitte، پیرس ۱۸۷۰۔۷۱ء ترجمہ از لیلیان سیکستن نازرو، مرتبہ معین الدین عقیل، ڈاکٹر مطبوعہ ادارۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، ۲۰۱۵ء۔

۴۔ ______: ۱۹۷۵ء، ''مقالات گارساں دتاسی''، جلد دوم، نظر ثانی ڈاکٹر حمید اللہ شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان۔

۵۔ ______۔ (M. Garcin de Tassy) ۱۹۳۵ء، ''خطبات گارساں دتاسی''، مترجمہ و شائع کردہ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن۔

۶۔ ڈار، بشیر احمد: ۱۹۶۲ء، ''تاریخ تصوف قبل از اسلام'' ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۔

۷۔ رام، مالک: ۱۹۹۱ء، ''تذکرۂ ماہ و سال'' مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی۔

۸۔ صابری، امداد: ۱۹۶۰ء، ''تاریخ صحافت اردو'' جلد دوم، دہلی۔

۹۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر: ۱۹۶۱ء، ''قاموس الکتب اردو''، جلد اوّل، (مذہبیات)، اشاعت اوّل، مرتبہ انجمن ترقی اردو پاکستان۔

۱۰۔ ''فہرستِ کتبِ مقدسہ''، سن ندارد، شائع کردہ بائبل ڈپو انارکلی، لاہور۔

فیروز، کنول: سن ندارد، ''جمالِ فکر''، مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ، لاہور۔

۱۱۔ مسعود، طاہر، ڈاکٹر: ۲۰۰۲ء، ''اردو صحافت انیسویں صدی میں''، اشاعت اوّل، فضلی سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، کراچی۔

۱۲۔ ہوش عنا: سن ندارد، ''مقبول اردو پنجابی مسیحی گیتوں اور مضامین کا مجموعہ''، مزید معلومات دستیاب نہیں ہوسکیں۔

۱۳۔ ینگ، ولیم جی، بشپ: ۱۹۷۴ء ترجمہ از وکلف اے سنگھ، (اصل تصنیف کا نام معلوم نہیں) ''گیتوں کے مصنفین و مترجمین''، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور۔

۱۴۔ ۱۹۵۷ء ''گیت کی کتاب'' بارِ چہارم، شائع کردہ ٹریٹوریل ہیڈ کوارٹرز، لاہور۔